قناعت کی تشریح نیز مباہلہ میں مشارکت زمانی کی دعوت تسلیم ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳؍ دسمبر ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

میں نے گزشتہ خطبہ میں قناعت کا مضمون ایک حد تک بیان کیا تھا اسی سلسلہ میں آج چند اور باتیں احباب کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے قناعت کا توحید سے بہت گہرا تعلق ہے اور جتنا اس مضمون پر میں غور کرتا گیا ہوں میں نے اس میں اور بھی زیادہ گہرائی پائی۔ قناعت بظاہر تو محض اس رجحان کا نام ہے کہ جو کچھ ہے انسان اسی پہ راضی ہو جائے لیکن درحقیقت یہ مضمون یہیں ختم نہیں ہوتا۔ جس کو خدا پر کامل ایمان نہیں اور جو رضائے باری تعالیٰ کی خاطر اپنی زندگی گزارنا نہیں جانتا اسے قناعت نصیب ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ قناعت جو خدا کے تعلق کے بغیر ہو اس کا نام موت ہے۔ اس لئے بعض لوگ جو قناعت کے مضمون کو نہیں سمجھتے وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا پیغام یہ ہے کہ تم ہر قسم کی ترقی کی کوشش چھوڑ دو جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کو تقدیر الٰہی سمجھ کر اس پر راضی ہو جاؤ اور ہرگز آگے بڑھ کر مزید حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ہرگز قناعت کا یہ مضمون نہیں۔ جو قناعت ہمیں اسلام سکھاتا ہے اس کا اللہ تعالیٰ کی محبت سے تعلق ہے اور دوستی کا مضمون اس میں داخل ہے۔ اسلام میں قناعت کا تصور یہ ہے کہ جس طرح ایک دوست اپنی خوشی سے اپنے محبت کرنے والے کو کچھ عطا کرتا ہے اور پھر ہاتھ روک لیتا ہے تو وہ شخص جو اس سے سچی محبت کرتا ہے وہ اس کی دینے والے ہاتھ کو تو محبت سے دیکھ رہا ہوتا ہے، روکنے

والے ہاتھ کو نفرت سے نہیں دیکھتا اور جتنا اس نے اس کو دیا اس پر بہت راضی ہو جاتا ہے اور جو بھی اس کو دیا اس پر راضی ہو جاتا ہے۔

قناعت کا مضمون دراصل ایاز اور محمود کے ایک واقعہ کے تعلق سے زیادہ عمدگی سے سمجھایا جا سکتا ہے۔ ایک دفعہ بیان کیا جاتا ہے کہ محمود نے ایاز کو آزمانے کی خاطر یا یوں کہنا چاہئے کہ ان کے اپنے محل کے دیگر وزراء کو سمجھانے کی خاطر کہ میں ایاز سے کیوں خاص طور پر پیار کرتا ہوں۔ ایک دفعہ محل میں بیٹھ کر ایک ایسا خربوزہ جس کے متعلق اس کو علم تھا کہ انتہائی کڑوا ہے اس کی ایک قاش کاٹی اور ایاز کو دی۔ ایاز نے وہ قاش کھانی شروع کی اور بہت ہی لطف اٹھایا اور بار بار حمد کرتا رہا اور شکر کرتا رہا، بڑے مزے لے لے کر اس نے وہ قاش کھائی۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر دوسرے وزراء کے لئے بھی بادشاہ نے قاشیں کاٹنی شروع کیں اور دینی شروع کیں۔ یوں کہنا چاہئے کہ ابھی پہلے وزیر کو ایک ہی قاش دی تھی اور اس نے ایک ہی لقمہ لیا تو وہ باہر کی طرف دوڑا تھوکنے کے لئے اور واپس آ کر اس نے کہا بادشاہ سلامت اتنا کڑوا خربوزہ، ایسا گندہ، ایسا بدمزہ میں نے زندگی بھر کبھی نہیں کھایا اور مجھے تعجب ہے کہ ایاز کو کیا ہو گیا ہے اس کو کوئی ذوق نہیں ہے، اس کو پتا ہی نہیں کہ شیرینی اور کڑواہٹ میں کیا فرق ہے۔ محمود نے کہا نہیں تمہیں کچھ علم نہیں کہ وفا اور محبت اور دنیاداری کے تعلق میں کیا فرق ہے۔ کہانی کے مطابق محمود نے ایاز سے پوچھا دوسروں کو سمجھانے کی خاطر کیوں ایاز یہ کیا بات ہے؟ یہ تو بتاؤ یہ اتنا کڑوا خربوزہ تم اتنے مزے لے لے کے کیوں کھا رہے تھے۔ تو اس کا ایاز نے یہ جواب دیا کہ بادشاہ سلامت! میں ہمیشہ آپ کے ہاتھ سے میٹھی قاشیں کھاتا رہا، مجھے اس قاشیں عطا کرنے والے ہاتھ سے پیار ہے، مجھے آپ سے محبت ہے، اس ایک ہاتھ نے مجھے آج اگر ایک کڑوی قاش بھی دے دی تو میں بڑا ہی بے وفا اور مردود انسان ہوتا اگر اس کڑوی قاش پر اپنی طرف سے منافرت کا اظہار کرتا۔ اس پر پھر بادشاہ نے مڑ کر دوسرے وزراء کو دیکھا اور بتایا کہ کیوں مجھے ایاز سے زیادہ پیار ہے اور کیوں تم سے کم ہے؟

تو دراصل قناعت کا مضمون اسلام میں خدا تعالیٰ کی محبت سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ وہ مومن جو خدا کو رازق سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ خدا نے تقدیریں بنائی ہیں اور خدا نے جو کچھ دیا اس کو ہم زور بازو سے پھیلا کر بڑا نہیں کر سکتے اگر وہ اور نہ دینا چاہئے۔ اس مضمون کو اگر انسان سمجھ لے تو خدا نے جتنا بھی دیا ہے اس پر کسی حالت میں بھی ناراض نہیں ہو سکتا اور پھر اس پر راضی رہنے کا مضمون یہ نہیں ہے کہ مزید

کی کوشش نہ کرے بلکہ راضی رہنے کا مضمون یہ ہے کہ خدا نے دیئے ہوئے کو وسیع کرنے کے لئے جو خود راستے تجویز کر دیئے ہیں انہی رضا کے رستوں پر چل کر اپنے رزق کو بڑھانے کی کوشش کرے کیونکہ وہ رضا سے اللہ کی رضا کے خلاف کسی جگہ قدم نہیں مارے گا بلکہ خدا نے رزق بڑھانے کے لئے خود متعدد رستے تجویز فرما دیئے ہیں اور رزق کی وسعت کے لئے ایک عظیم الشان نظام مقرر فرما دیا ہے۔تو خدا کی رضا سے خدا کی رضا کی راہوں پر قدم مارنے کو قناعت کے خلاف نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ قناعت کا حقیقی مضمون اس میں داخل ہے۔جو چیز رضا سے حاصل ہوگی وہ ہم ضرور حاصل کریں گے اور تھوڑی رضا کو زیادہ رضا میں تبدیل کریں گے۔اس لئے مومن کی جدو جہد کا رستہ کبھی بھی رک نہیں سکتا، لامتناہی رستہ ہے، ایک نہیں بلکہ متعدد رستے ہیں۔ ہر طرف خدا کی رضا کو بڑھانے کی خاطر، خدا کی رضا کی راہیں اس کے لئے بازو کھولے کھڑی ہیں۔ہاں جس وقت اس نے رضا کی راہوں سے باہر قدم رکھ کر اپنے رزق کو بڑھانے کی کوشش کی وہیں وہ قناعت کی چار دیواری سے باہر نکل جاتا ہے اور اس کی پھر کوئی حفاظت نہیں ہوتی۔تو توحید کا قناعت کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے یعنی اسلام جو قناعت کا تصور پیش کرتا ہے اس کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور قناعت مسلمانوں کو اور مومنوں کو بے بس نہیں کر دیتی بلکہ ان کے لئے مزید وسعت کے سامان فرماتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا کے دیکھو! غنی وہ نہیں ہوا کرتا جس کے پاس بیشمار دولت ہوں بلکہ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہو جس کو الغنیٰ غنی ا لنفس عطا ہوئی ہو۔(ترمذی کتاب الزھد، حدیث نمبر:۲۲۹) اس میں دو مضمون خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ایک یہ کہ جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبہ میں بھی بیان کیا تھا اگر اپنے نفس کی خواہش کے پیچھے چل کر اس کو ہر قیمت پر پورا کرنے کے لئے آپ اپنی وسعتیں بڑھانے کی کوشش کریں تو ناممکن ہے کہ آپ اپنے نفس کو کسی مقام پر بھی مطمئن کر سکیں۔آنحضرت ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا کہ انسان کا تو یہ حال ہے کہ اس کی خواہشات ہمیشہ اس سے آگے آگے بھاگتی ہیں اور اس کی زندگی اپنی خواہشات سے بہت ہی چھوٹی ہے۔پھر ایک اور مضمون ہے جو قرآن کریم میں بھی بیان ہوا کہ جہنم هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (ق:۳۱) کہتی ہے۔ جتنا بھی اس کا پیٹ بھرو وہ مزید کا مطالبہ کرتی چلی جاتی ہے اور ھویٰ کا جہنم سے گہرا تعلق ہے۔اس سلسلہ میں میں مزید آگے جا کر روشنی ڈالوں گا۔تو ھویٰ کی پیروی اس جہنم تک تو پہنچا سکتی ہے جس کا پیٹ کبھی بھر نہیں سکتا۔تو وہ شخص

کیسے امیر ہو گیا جس کی ضروریات یعنی بڑھتی ہوئی ضروریات، نفس کی طلبیں اس کی توفیق سے ہمیشہ آگے ہوں ۔ امیر تو وہ ہوا کرتا ہے جس کی ضرورتیں پوری ہو گئیں ۔ جس غریب کی ضرورتیں ہی پوری نہیں ہو سکتی ان کی ضرورتیں بڑھتی چلی جاتی ہیں وہ امیر کیسے کہلا سکتا ہے اور اسے آپ غریب کیسے کہہ سکتے ہیں جس کی ہر خواہش اپنی توفیق کے مطابق کاٹی جاتی ہے اور کاٹی اس طرح نہیں جاتی کہ وہ صبر کے ذریعے بلکہ رضائے باری تعالیٰ کے ذریعے مطمئن ہو کر وہ خواہش چھوٹی کر دی جاتی ہے اور اس خواہش کے چھوٹے ہونے میں وہ لطف محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ محبت کے مضمون سے تعلق رکھتی ہے ۔ وہ خواہش جو کم ہوئی ہے خدا کی رضا اور اس کے پیار کی خاطر کم ہوئی ہے ۔ اس لئے ایک قانع کے لئے ہمیشہ جنت ہی جنت ہے ۔

دوسرا پہلو جو آنحضرت ﷺ نے ہمیں سمجھایا وہ یہ ہے کہ غنی کا معنی صرف قانع نہیں ہے بلکہ اصل معنی اس کا یہ ہے کہ بہت بڑا مالدار ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم فقراء ہو خدا کے حضور خدا غنی ہے ۔ خدا کے لئے جب غنی کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو قانع کے معنوں میں ہر گز نہیں بلکہ اپنے وسیع تر معانی میں کہ جس کے پاس سب کچھ ہے اور قانعیت سے اس کا صرف اتنا تعلق ہے کے قانع کی بھی ہر بات پوری ہو جاتی ہے اور غنی کی بھی ہر بات پوری ہو جاتی ہے ۔

تو اس میں آنحضرت ﷺ نے ہمیں خوشخبری بھی عطا فرمائی ہے کہ اگر تم حقیقۃً غنی بننا چاہتے ہو تو پہلے قانع کی حیثیت سے غنی بنو اگر تم قانع کی حیثیت سے غنی بنو گے تو پھر خدا تعالیٰ تمہیں دوسری غنیٰ بھی عطا فرمائے گا اور مستقل انہی قوموں کا ہوا کرتا ہے جو پہلے بحیثیت قانع غنی بن جایا کرتے ہیں ۔ وہی دنیا کی دولتوں پہ بھی قابض اور مالک ہو جایا کرتے ہیں ۔ وہ لوگ جن کو قناعت کی غنیٰ نصیب نہیں وہ اپنے آباؤ اجداد کی دولتیں بھی ہاتھوں سے ضائع کر دیا کرتے ہیں ۔ اس لئے حقیقت میں اپنے رزق کو بڑھانا اور اپنی دولتوں کو وسیع تر کرنا اس مضمون سے گہرا تعلق رکھتا ہے ۔ ویسے تو دنیا والے بھی دولتوں میں جو اپنی ساری زندگی دولتوں کی کمائی کی خاطر گنوا دیتے ہیں ضرور کچھ نہ کچھ حاصل کرتے ہیں بحیثیت مجموعی بہت بڑی بڑی امیر قومیں دنیا کی حرص کی پیروی میں انسانی زندگی کے پردے پر ابھرتی رہتی ہیں لیکن یہاں جو وعدہ ہے اس کا یہ مطلب نہیں کے دولت تمہیں عطا کر دی جائے گی خواہ اس دولت کے نتیجے میں تمہیں کچھ بھی ہو جائے ۔ دنیا کی قوموں کی دولت اور اس دولت میں جس کا آنحضرت ﷺ وعدہ دے رہے ہیں

ایک بہت بڑا فرق ہے۔ دنیا کی کمائی ہوئی دولت یعنی دنیا کی خاطر دولت کو کمانا یا ہوائے نفس کی خاطر دولت کو کمانا ممکن ہے۔ اس کے نتیجے میں دولت میں بھی بہت اضافہ ہوسکتا ہے اور رزق میں وسعت ہو سکتی ہے لیکن ایسی دولت کبھی بھی انسان کو غنی نہیں بنا سکتی۔ آپ امیر ملکوں پر نظر ڈال کر دیکھ لیں امریکہ کے حالات دیکھیں، یورپ کے ممالک کے حالات دیکھیں آپ کو دولتیں تو وہاں دکھائی دیں گی لیکن غنٰی کی جو سچی تعریف ہے کہ جو کچھ تم چاہتے ہو تمہیں میسر ہو گیا ہے؟ اس کا جواب دنیا کے ہر امیر ملک میں نہیں کے طور پر آئے گا۔ ان کی دولتوں کے اضافے کے ساتھ ان کی تمنائیں اتنی تیزی سے بڑھ رہی ہیں، ان کی خواہشات کے اوپر کوئی پابندی اور کوئی روک نہیں ہے کہ ہمیشہ وہ اپنے آپ کو ایک طلب کی حالت میں پاتے ہیں۔ اسی لئے وہ جب غریب ممالک فاقے کر رہے ہوتے ہیں تو ان میں یہ توفیق نہیں ہوتی کہ ان کے فاقوں کو دور کرسکیں کیونکہ عادتیں ایسی گندی ہو چکی ہیں، زندگی کا معیار ایسا مصنوعی بن چکا ہے کہ اس کو کم کر کے کسی غریب کی حاجت پوری کرنے کی وہ اہلیت نہیں رکھتے۔ تھوڑا بہت زائد صدقے کے طور پر دے دیتے ہیں، دکھاوے کے طور پر دے دیتے ہیں لیکن **قانع حقیقت میں دوسرے کی مدد کرسکتا ہے۔** غیر قانع کو سچے رنگ میں دوسرے کی مدد کرنے کی بھی توفیق نہیں ملتی۔ پس وہ غنی کیسا ہوا جو کسی ضرورت مند، کسی محتاج کی صحیح معنوں میں مدد کرنے کی بھی اہلیت نہیں رکھتا۔ اپنے نفس کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے، اس کی خواہشات ہمیشہ اس سے آگے آگے جا رہی ہیں۔ یہاں آپ انگلستان کے کسی بھی طبقے کا جائزہ لیں ان کی جتنی تنخواہیں بڑھتی ہیں اتنا ہی ان کے مطالبے بھی ساتھ بڑھ جاتے ہیں اور یہ ایک ایسا سلسلہ جاری ہے جس کے نتیجے میں پھر یہ اقتصادی نظام بالآخر لازماً تباہ ہو جایا کرتے ہیں۔ ایسے وقت آتے ہیں کہ قومیں اپنی مستقبل کی آمدنی خرچ کر چکی ہوتی ہیں، اپنی اولادوں کے مستقبل گروی رکھوا چکی ہوتی ہیں اور بالآخر ان نظاموں نے بہر حال بحران کا شکار ہونا ہے۔ تو آپ کو بظاہر جو غنٰی نظر آ رہی ہے فی الحقیقت غنٰی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی عارفانہ تعریف کی رو سے یہ غنٰی نہیں ہے۔ غنٰی وہی ہے جو قناعت کے ساتھ ہاتھ ملا کر اور قدم ملا کر آگے بڑھتی ہے اور اس کے نتیجے میں پھر سچی غنٰی نصیب ہوتی ہے اور دنیا کی دولتیں جن کو آپ دنیا کی دولتیں سمجھتے ہیں وہ بھی درحقیقت قانع غنی کو بالآخر نصیب ہوا کرتی ہیں اور ان کی اولادیں اور پھر ان کی اولادیں۔ جب تک وہ قناعت کی حدود میں رہتے ہوئے خدا کی رضا کی مزید زمینوں اور مزید رستوں کی تلاش کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ

کے فضل کے ساتھ ان کے رزق، ان کی غنیٰ میں ہمیشہ وسعت ہوتی چلی جاتی ہے۔اس کے برعکس جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس مضمون کا اگر توحید سے تعلق ہے تو اس کے برعکس پھر شرک نظر آنا چاہئے۔ چنانچہ قرآن کریم نے بالکل یہی مضمون بیان فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو اپنی خواہشوں کو محدود نہیں کر سکتے اور اپنی خواہشوں کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ان کے پیچھے چلنا شروع کر دیتے ہیں ان کا انجام لازماً شرک پر ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم فرمایا ہے: اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا (الفرقان:۴۴) کہ اے محمد ﷺ! اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ کیا تم نے دیکھا نہیں ایسے شخص کو جو اپنے نفس کی خواہش کو اپنا معبود بنا لیتا ہے۔ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا تو نگرانی کی اعلیٰ صفات سے مرصع ہے تجھے ہم نے بہترین وکیل بنایا ہے لیکن ایسے شخص کا تو بھی وکیل نہیں بن سکتا کیونکہ ایسا شخص اگر تیرے سپرد کر دیا جائے جس کے اوپر کوئی بھی ضابطے کی پابندی نہیں جس نے اپنے ھویٰ کی پیروی بہر حال کرنی ہے۔اس کی تو کیسے ضمانت دے سکتا ہے۔**پس دنیا میں بھی آپ کبھی کسی ایسے شخص کی ضمانت نہ دیں جو قانع نہیں ہے کیونکہ جو قانع نہیں ہے اس کے اوپر کوئی حد قائم نہیں کی جاسکتی وہ اپنی ھویٰ کی پیروی کرے گا اور آپ کی ساری توقعات کو توڑ دے گا کسی موقع پر آکے کیونکہ ھویٰ کو اس نے اپنا معبود بنالیا ہے۔** آغاز میں تو ایسا نہیں ہوا کرتا لیکن بالآخر ایسا ہو جایا کرتا ہے کیونکہ یہ رستہ شرک کا ہے اس لئے میں یہ نہیں کہتا کہ ہر وہ شخص جو قانع نہیں ہے وہ لازماً مشرک ہے، میں یہی کہتا ہوں کہ اس نے شرک کا خطرہ مول لے لیا ہے اور اگر وہ اپنی ھویٰ کی پیروی میں بالآخر جائز رستوں کو چھوڑ کر ناجائز رستوں پر قدم مارنے لگے گا تو اس کا ہر قدم اس کو شرک کی طرف لے کر آگے بڑھے گا اور بالآخر اس کا انجام اتنا خطرناک بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں جو انتہائی جہالت اور انتہائی ظلم کی حالت ہے وہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ پھر آخر اس حالت کو پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ایک اور آیت میں کہ کیا تم نے دیکھا ہے، کیا تو سمجھتا ہے ان لوگوں کو مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ایسا شخص جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا ہے اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ خدا تعالیٰ نے اس کو گمراہ کرنے کا فیصلہ کر لیا عَلٰى عِلْمٍ یوں نہیں کہ جو چاہا، ویسے تو خدا تعالیٰ ہر فیصلے پر قادر ہے لیکن یہ علم رکھتے ہوئے کہ اس کا انجام لازماً برا ہونا ہے

خدا نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ اس کو میں گمراہوں میں شمار کروں۔ خَتَمَ عَلٰی سَمۡعِہٖ وَ قَلۡبِہٖ اور اس کی قوت سماعت پر اوراس کے دل پر مہر لگا دی ہے۔ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ؕ اوراس کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے ان پر پردہ ڈال دیا ہے فَمَنۡ یَّہۡدِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰہِ پھرکون اور ہے جو خدا کے اس فیصلے کے بعد اس کو ہدایت دے سکے۔جس کو خدا نے گمراہ قرار دے دیا پھر اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے دنیا میں اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ (الجاثیہ:۲۴) کیا تم نصیحت نہیں پکڑو گے۔کیوں تم نہیں دیکھتے کیوں نہیں سمجھتے ان باتوں کو۔پس قناعت کا فقدان آپ کو لازماً شرک کی طرف لے کے جائے گا اور ہمیشہ غربت کی طرف لے کر جائے گا۔اس لئے یہ خیال کر لینا کہ خدا تعالیٰ سے دوڑ کر کسی اور طرف آپ کے لئے نجات ممکن ہے یہ خیال بالکل باطل اور بے حقیقت اور بے معنی خیال ہے۔

یہ مضمون میں چونکہ فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰہِ (الذاریات:۵۱) کی آیت کے تابع بیان کر رہا ہوں اس لئے اب آخر پر اس کے ساتھ آپ کو جوڑ کے دکھاتا ہوں۔فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰہِ کا یہ مضمون ہمیں سمجھ آیا کہ دراصل خدا کے سوا کسی طرف دوڑا جا ہی نہیں سکتا۔اللہ ہی کی طرف ہے دوڑ اور کوئی دوڑ نہیں ہے اور خدا کے سوا جہاں تم پناہ گاہ سمجھتے ہوئے اس طرف دوڑو گے وہ تمہیں کہیں پناہ نہیں دے سکے گی۔شیطان کے سارے وعدے جھوٹے ہیں۔جتنی تمہاری تمناؤں کو انگیخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں میری طرف آؤ میں تمہیں پوری کر کے دکھاؤں گا۔وہ سمندر کے پانی کی طرح کچھ پانی تو دے سکتا ہے جو پیاس بجھانے کے لئے مزید آگ لگا دے اور معدے کے ساتھ سینہ بھی بھڑک اٹھے لیکن وہ نہ معدے کو مطمئن کر سکتا ہے نہ سینے کو تسکین بخش سکتا ہے۔اس لئے فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰہِ کا مضمون یہ ہے کہ خدا کی طرف دوڑو کیونکہ اس کے سوا دوڑنے کی راہ ہی کوئی نہیں ہے اور اگر تم خدا کے سوا کسی طرف دوڑنے کی کوشش کرو گے تو دوسری آیت ہمیں بتاتی ہے فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ (البقرہ:۱۱۶) تم ہرگز نہیں دوڑ سکو گے جدھر بھی دوڑو گے خدا کی تقدیر تمہارے رستے روکے ہوئے کھڑی ہوگی اور تمہیں کہے گی ہم تمہیں خدا سے نہیں دوڑنے دیں گے۔کسی قیمت پر تم اپنے آپ کو خدا کی تقدیر سے پھر بچا نہیں سکو گے۔ فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ کا ایک مطلب یہ ہے کہ **تم اگر محبت سے خدا کی طرف دوڑو گے تو جدھر منہ اٹھاؤ گے، جدھر دیکھو گے وہاں تمہیں خدا ہی خدا دکھائی دے گا، تمہاری شش جہات میں خدا آجائے گا، ہر طرف تم خدا کو پاؤ گے، ہر رستہ جو اختیار کرو گے وہ خدا کی طرف لے کر جائے گا اور**

دوسرا معنی یہ ہے کہ اگر خدا سے بھاگنے کی کوشش کرو گے تو خبردار! خدا سے بھاگ نہیں سکو گے۔ خدا کی تقدیر تمہیں ہر جگہ کھڑی دکھائی دے گی اور تمہارے رستے روک دے گی، تمہیں کسی قیمت پر کوئی سمت ایسی نظر نہیں آئے گی جہاں خدا کے سوا بھاگ کر کہیں جا سکتے ہو۔

وہی فقیر والی بات پھر بھی یاد آجاتی ہے بڑی دلچسپ بات تھی کہ جس فقیر نے ایک دفعہ یہ بڑا مستانہ نعرہ بلند کیا کہ ہم نے خدا کو کہہ دیا ہے۔ پوچھنے والے نے پوچھا کے کیا کہہ دیا ہے تم نے خدا کو۔ اس نے کہا کہ ہم نے کہہ دیا ہے کہ تیری دنیا ہمیں پسند نہیں آئی۔ دو تین دن کے بعد اسی فقیر کو دیکھا کسی نے کہ سر جھکائے، مضمحل، چہرہ افسردہ۔ اس نے کہا آج تمہیں کیا ہوا ہے کل پرسوں تک تو تم بڑی ڈینگیں مار رہے تھے کہ ہم نے کہہ دیا تھا خدا کو۔ اس نے کہا خدا کا جواب آ گیا ہے، کہ کیا جواب آیا ہے؟ جواب یہ آیا ہے کہ پھر جس کی دنیا پسند آئی ہے اس کی دنیا میں چلے جاؤ۔ کیسا عجیب جواب ہے، کیسا عارفانہ کلام ہے۔ خدا کے سوا دنیا ہی کسی کی نہیں ہے اَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ کی تفسیر ہے جو اس کو عطا فرمائی گئی ہے۔ تو جاؤ گے کہاں نہیں پسند آئے گی تو تب بھی یہیں رہنا پڑے گا یہی قناعت ہے یا مجبوراً قہراً اور جبراً اپنے دل کو مجبور کرتے ہوئے تمہیں خدا ہی کی دنیا میں رہنا پڑے گا اور کوئی دنیا نہیں ہے جو تمہیں پناہ دے سکے گی یا پھر دوسرے رستے کے ذریعے آؤ۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جب ہم نے کائنات کو بنایا تو اسے کہا کہ آجاؤ میری طرف طَوْعًا اَوْ كَرْهًا (حم سجدہ: ۱۲) آنا تو تمہیں ہے بہر حال اور کوئی جگہ ہی نہیں جانے کی۔ تم نے بالآخر میری طرف لوٹنا ہے طَوْعًا اَوْ كَرْهًا یا جبر کی صورت میں آؤ یا اطاعت کرتے ہوئے محبت اور شوق سے چلے آؤ۔

تو اس لئے قناعت جو اسلام پیش کرتا ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ تم محبت کی قناعت اختیار کرو، رضا کی قناعت اختیار کرو اس میں تمہارے لئے جنت ہے۔ ورنہ تمہارے لئے چارہ کوئی نہیں کیونکہ جو کچھ تم چاہتے ہو خدا کی مرضی کے سوا تمہیں نصیب پھر بھی نہیں ہو سکے گا۔ تم دنیا کی طرف بھاگو گے لیکن خدا کی تقدیر تمہیں خدا کی تقدیر سے بھاگنے نہیں دے گی۔ جس چین اور جس سکون کی تم تلاش کر رہے ہو وہ سکون اور وہ چین تم سے آگے آگے بھاگے گا، تمہیں چڑاتا ہوا تمہیں اور دکھ دیتا ہوا وہ تمہارے ہاتھ کبھی بھی نہیں آسکے گا۔ پس جماعت کو قناعت کے مضمون کو خود سمجھنا چاہئے اور توحید کے ساتھ جو اس کا تعلق ہے اس کو اچھی طرح زیر نظر رکھنا چاہئے، دل نشین کرنا چاہئے کیونکہ ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ عہد کئے ہوئے ہیں کہ خدا کی توحید کو قائم کرنے کے لئے ہر طرح سے تیار ہو کر اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے سج کر ہم اگلی صدی میں داخل

ہوں گے اور ساری امت کو ساری دنیا کو انشاء اللہ امت واحدہ بنا دیں گے۔اس کے بعد میں اس مضمون کو سر دست چھوڑ تا ہوں اور آج میں مباہلہ کے متعلق کچھ آپ کے سامنے چند باتیں رکھنی چاہتا ہوں۔

ایک تازہ صورتحال مباہلہ کی یہ پیدا ہوئی ہے کہ کم وبیش چھ ماہ کے بعد یہاں انگلستان کے ایک مولوی نے جماعت احمدیہ کو اور مجھے خصوصیت کے ساتھ یہ چیلنج دیا کہ آپ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ایک جگہ اجتماع ضروری نہیں یعنی مشارکت مکانی ضروری نہیں یعنی جگہ کے اعتبار سے ایک جگہ اکٹھا ہونا ضروری نہیں تو ہم آپ کے لئے ایک اور صورت پیش کرتے ہیں گویا کہ نعوذ و باللہ وہ پیروی کر رہے ہیں ہماری اور ہم بھاگ رہے ہیں حالانکہ ہم ان کے پیچھے جا رہے ہیں۔ہم تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم کہہ چکے ہیں جو کہنا ہے خدا کے حضور، لعنت ڈال چکے ہیں جھوٹوں پر تمہیں جرأت ہے تم بھی ڈال کے دکھا دو یہ بات تھی صرف لیکن دنیا کو دھوکا دینے کی خاطر اور شاید اس خیال سے کہ ہم اس بات کو مانیں گے نہیں انہوں نے یہ ایک مضمون شائع کر کے سب جگہ بھجوایا صرف ہمیں نہیں بھجوایا۔اس سے مجھے یہ شبہ اور قوی ہوتا ہے کہ ان کی نیت یہ تھی کہ ان کو پتا ہی نہ لگے۔غیر احمدیوں میں تقسیم ہو گیا مضمون ہمیں نہیں بھجوایا گیا اور مضمون یہ تھا کہ ہم ۲۳ / دسمبر کو جو جمعہ ہے اس میں آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ مشارکت مکانی نہیں تو مشارکت زمانی کر لیں یہ مولویانہ محاورہ ہے مراد یہ ہے کہ ایک جگہ اکٹھا نہیں ہونا چاہتے تو ایک وقت میں اکٹھے ہو جائیں اور کوئی وقت مقرر کر لیں۔کوئی تقریباً تین چار روز کی بات ہے مجھے چوہدری عبدالرشید صاحب آکر ملے کچھ پریشان سے تھے کہ اس کا ہمیں پتا ہی نہیں لگا یہ تو بڑی دیر سے یہ لوگ شائع کرتے پھر رہے ہیں اور کافی عرصہ ہو گیا ہے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ میں نے کہا فوراً ان سے رابطہ کرو ان کو کہو ہمیں منظور ہے۔اگر چہ ہمارا موقف یہی ہے کہ اس قسم کی انہوں نے جو مشارکتیں بنائی ہوئی ہیں اس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف اس اتفاق کی ضرورت ہے ذہنی طور پر کہ ہم خدا کے حضور اپنا سب کچھ اپنے مال و دولت، اپنی عزتیں، اپنے بچے، اپنے مرد، اپنی عورتیں لے کر حاضر ہو جاتے ہیں۔یہ نہیں کہ کسی خاص جگہ پر ان سب کو سمیٹ کر گلوں کی طرح حاضر ہو رہے ہیں بلکہ خدا کے حضور پیش کر رہے ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! اگر ہم جھوٹے ہیں تو ہم پر لعنت کر اور اگر ہمارے دشمن جھوٹ بول رہے ہیں اور وہ ظلم سے باز نہیں آرہے تو ان پر لعنت کر۔ یہ مضمون ہے جس کی رو سے ہم تو مباہلہ میں داخل ہو چکے ہیں لیکن چونکہ آپ کا اصرار ہے اور آپ ہی

اس کو تماشا بنانا چاہتے تھے ہمیں بتائے بغیر دراصل یہ ثابت کرنا چاہتے تھے دوسروں پر کہ یہ پھر بھی بھاگ گئے ہم نے یہاں تک رعایت کی اور پھر بھی یہ انہوں نے تسلیم نہیں کیا۔ اس لئے ہم اس کو اسی طرح تسلیم کرتے ہیں اور اس مشارکت زمانی کے ساتھ اب وقت مقرر کر لو اور ہم بھی آتے ہیں میدان میں، تم بھی میدان میں نکلو۔ اب ان کے لئے بھاگنے کی راہ کوئی نہیں تھی کیونکہ وہ جو شرائط پیش کر چکے تھے ہم مان گئے لیکن آخری وقت میں ایک چالاکی انہوں نے کر لی ہے۔ جنگ اخبار میں جو خبر شائع ہوئی ہے اگر وہ درست ہے تو اس کی رو سے انہوں نے آخری چالاکی بچنے کے لئے یہ کی ہے کہ ہم چونکہ ہیں ہی سچے اس لئے ہم اپنے اوپر لعنت نہیں ڈالیں گے بلکہ صرف احمدیوں پر لعنت ڈالیں گے یعنی قادیانیوں کے خلاف لعنتیں ڈالیں گے کہ اللہ ان کو ساری دنیا میں برباد کر دے، ذلیل و رسوا کر دے، کچھ نہ ان کا چھوڑ، ان کے گھر بار کو آگ لگا دے وغیرہ وغیرہ یعنی کوسنے کوسیں گے لیکن قرآن کی زبان میں لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ (آل عمران:۶۲) نہیں کہیں گے چونکہ ہم تو ہیں ہی سچے۔ عجیب بات ہے کہ اگر سچے ہیں تو کاذبین کی لعنت کس طرح تم پر پڑ جائے گی۔ تمہیں یہ یقین کیوں نہیں ہے کہ جب ہم کہیں گے کہ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ تو خدا تمہیں معاف کر دے گا کیونکہ تم جھوٹے نہیں ہو۔ دل بتا رہے ہیں کہ جھوٹے ہیں اور اس لئے اس سے فرار کی یہ راہ اختیار کی ہے کہ ہم تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو اپنے اوپر لعنت ہی نہیں ڈالی تھی کہ اے خدا! یہ کیا بات ہے۔ ہم نے تو قادیانیوں پر لعنت ڈالی تھی ان پر لعنت ڈال ہم پر نہ ڈالنا ہمیں جھوٹ کی اجازت ہے۔

دوسرا ایک عجیب تمسخر ہے مباہلے سے بلکہ ظلم ہے اور آنحضرت ﷺ کی شدید ہتک ہے اور خدا کی شدید گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو فرمایا کہ اپنے مقابل جھوٹوں کے پاس جاؤ اور ان کو یہ کہو کہ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ میں بھی کہتا ہوں تم بھی کہو تا کہ جو شخص جھوٹا ہے خدا اس پر لعنت ڈالے۔ کیا نعوذ باللہ من ذالک حضور اکرم ﷺ کو اپنی صداقت کا یقین نہیں تھا؟ اس یقین کے باوجود کہ اب خدا کو علم نہیں تھا کہ کائنات میں سب سے بڑا سچا محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ تو پھر آپ کو کیوں کہا کہ اس لعنت کی طرف دعوت دو کے لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ جو بھی فریق جھوٹا ہے خدا کی لعنت اس پر پڑے۔

تو ایسے جاہل ہیں اپنی نجات کے لئے اگر ان کو خدا اور رسول پر بھی حملے کرنے پڑیں تو اپنی

فرار کی راہیں یہ ضرور نکالیں گے اور دنیا کے سامنے اپنی عزت بچانے کی کوشش کریں گے مگر چونکہ یہ فرار کی راہ نکالنا بذات خود ایک ملعون فعل ہے ایسی ذلیل قیمت ان کو دینی پڑی ہے اس نجات کی راہ کے نکالنے کی خاطر کہ یہ خود اپنی ذات میں خدا کے نزدیک ایک کبیر گناہ ہے۔اس طرح مباہلہ کے مضمون کو توڑ مروڑ کے خواہ آنحضرت ﷺ پر حرف آئے ،خواہ خدا کی آپ سے محبت اور غیرت پر حرف آئے انہوں نے اپنی فرار کی راہ ضرور نکال لینی ہے۔اس لئے **میں امید رکھتا ہوں بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ جتنی لعنتیں یہ ہم پر ڈالیں گے ساری لعنتیں الٹ کر ان پر پڑیں گی اور جتنی لعنتیں یہ ہم پر ڈالیں گے وہ ساری رحمتوں کے پھول بن کر جماعت پر برسیں گی۔** اس لئے میری تو یہ دعا رہی ہے خواہش رہی ہے کہ کثرت سے لوگ ان کے ساتھ مل کر لعنتیں ڈالیں لیکن میں نے نہ خود یہ دعا کی ہے نہ جماعت کو ایسی دعا کے لئے کہا ہے کہ نعوذ باللہ من ذالک تمام غیر احمدی مسلمانوں پر لعنت ڈالیں ، ہرگز نہیں اور امید ہے میرا پیغام آپ کو بروقت عطاء المجیب صاحب نے پہنچا دیا ہوگا کہ آپ نے ہرگز یہ دعا نہیں کرنی مقابل پر کہ اللہ سارے غیر احمدیوں پر **نعوذ باللہ من ذالک** لعنت ڈالے بلکہ یہ دعا کرنی ہے کہ ان لعنت ڈالنے والوں پر ان کی لعنتیں پڑیں اور یہ دعا جو ہے کسی انتقامی کاروائی کی وجہ سے نہیں ایک مجبوری ہے،اس سے ایک خیر کی راہ نکلتی ہے۔

مباہلہ کا ایک پہلو یہ ہے جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ وہ دشمن ہے جو معاندین کے سرکردہ امراء اور بڑے بڑے لیڈر جو دراصل ہدایت کی راہ روکے کھڑے ہیں اور تمام عوام الناس بیچارے دنیا میں ہر جگہ اس لئے احمدیت میں داخل نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے آگے دروازے بند کئے ہوئے ہیں۔احمدیت جو ہے، جس قسم کی حقیقت ہے، جو سچائی ہے، جو پیغام ہے اگر بعینہٖ اسی طرح بغیر مبالغہ کے اور بغیر اس کو توڑے مروڑے آج عوام الناس کے سامنے آپ رکھ دیں تو آپ دیکھیں کتنا عظیم الشان اس کا نتیجہ اور اثر ظاہر ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ جن کو مباہلہ کا اشتہار دیا گیا یہ پڑھ کر احمدی ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمیں آج پتا لگ رہا ہے کہ سچے عقیدے آپ کے کیا ہیں اور جس طرح جرأت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور عرض کیا گیا ہے کہ اے خدا! اگر ہم جھوٹے ہیں تو ہم پر لعنت ڈال سچوں کو تو یہ توفیق مل سکتی ہے جھوٹوں کو نہیں مل سکتی۔اس لئے بہت سے لوگ مباہلہ کی اس تحریر کو پڑھ کر احمدی ہو گئے ہیں بہت سے دوسرے ہیں جن کو یقین نہیں آیا لیکن ان کی گمراہی کی وجہ

دراصل مولویوں کا یہ جھوٹا پروپیگنڈا ہے۔تو یہ وہ دروازے ہیں جو احمدیت کی طرف آنے والی ہر راہ پر قائم کردیئے گئے ہیں اور ان پر تالے لگادئے گئے ہیں کہ اس راہ سے گزر کر تمہیں احمدیت میں داخل نہیں ہونے دینا۔مباہلہ کے نتیجے میں یہ دروازے ٹوٹا کرتے ہیں اور ان پر جب لعنت پڑتی ہے تو عبرت کا مضمون کھل کر دنیا کو سمجھ آتا ہے کہ عبرت کس کو کہتے ہیں۔اس لئے نہیں کہ ان کے دروازے ٹوٹنے پر ہمیں خوشی ہوگی بلکہ اس لئے کہ وہ دروازے جوحق کی راہ روکے کھڑے ہیں ان دروازوں کے لئے ٹوٹنا ہی بہتر ہوا کرتا ہے۔اس لئے اگر یہ کھل نہ سکے، حجت اور دلیل دروازہ کھولنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے قفلوں کے اندر چابی کے طور پر کام کرتی ہے۔یعنی قرآن کریم فرماتا ہے کہ بعض دل ایسے ہیں جن پر تالے ایسے پڑے ہوتے ہیں جن کی کوئی چابی نہیں ہوا کرتی۔اندھے اور بہروں کی طرح ہو جاتے ہیں۔پس مباہلہ کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا! ان دروازوں کو توڑ دے، ان تالوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور دین کی ترقی اور سچائی کی ترقی کی راہوں کو کشادہ کردے تا کہ سب لوگ جوق در جوق پھر ان راہوں سے صداقت میں داخل ہوسکیں۔

پس یہ وہ دعا ہے جو آپ کو کرنی چاہئے اور مجھے یقین ہے کہ یہ ایک نیا Impetus مل گیا ہے اس سے مباہلے کو۔تقریباً چھ ماہ گزرے تھے اور اگلے چھ ماہ کے لئے دوبارہ متوجہ کرنے کے لئے جماعت کو اللہ تعالیٰ نے یہ سامان فرما دیا ہے اور میں امید رکھتا ہوں جس طرح پہلے چھ ماہ میں خدا تعالیٰ نے عظیم الشان نشان دکھائے ہیں اور حیرت انگیز تاریخی نوعیت کے نشان دکھائے ہیں اسی طرح انشاء اللہ یہ **باقی چھ ماہ بھی بلکہ اس کے بعد بھی اگلا سارا سال اور اگلی صدی پوری کی پوری صدی بھی اس مباہلہ کی برکتوں کے پھل کھاتی رہے گی۔پھر آئندہ اگلی صدی کے لئے خدا جن کو مباہلوں کے لئے کھڑا کرے گا پھر انشاء اللہ ان کی دعاؤں کے پھل اگلی صدی کو بھی عطا کرے گا یعنی مجھے یقین ہے کہ یہ مباہلہ ایک سال کا یا دو سال کا یا تین سال کا مباہلہ نہیں خدا تعالیٰ نے ایسے موقع پر بنایا ہے کہ اس کی رحمتیں اور اس کی برکتیں اور اس کے پھل اگلی صدی میں آنے والی ساری مخلوق کو عطا ہوتے چلے جائیں گے جو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے ساتھ صداقت کو قبول کرے گی۔** اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے اور ان کی سب لعنتوں کو ان پر لعنتیں بنا کر برسائے جو لعنت ڈال رہے ہیں۔ان پر نہ کہ باقی غریبوں اور مظلوموں اور بیچاروں پر جن کو کچھ پتا نہیں کہ احمدیت کیا ہے اور ان کی ہر لعنت ہم پر خدا کی رحمتوں اور برکتوں کے پھول بن کر آج بھی برسے، کل بھی برسے اور آئندہ ہمیشہ برستی رہے۔خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔آمین۔